Exile and It's Expression in literatures of world

جلاوطنی اور ادبیات عالم میں اس کا اظہار

Tayyab Tahir*[1]
PhD Scholar, Department of Urdu, Oriental College, University of the Punjab, Lahore

طیب طاہر ☆[1]
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Correspondance: tahirtayyab719@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 28-01-2025
Accepted:26-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: From the beginning man has been traveling from one place to another place for the needs of life or under conditions of war and battle. Where man has been blessed with pleasure of affiliation with his environment there he had to bear pain and suffering in being exiled the meanwhile being exiled. By the passage of time these emotions and feelings emerged in their Exile creative literature. This process of Exile has influenced the human history like a continuous travel that is not only a physical journey yat a mental one too. This travel keeps the human beings equally active in past and present which finally takes the form Exile of nostalgia and the expression of mental Exile in the whole world literatures, is a Exile gift of nostalgia. Exile has appeared in literature of every time and nation like a clear experiment and emotion. After all, the causes of temporary and permanent Exile Expulsion and immigration are always painful. But the great creators of the world have made this pitiable situation a marvelous creative experiment and explained the status of this human experiment in depth. Like the literature of the Expulsion whole world, Urdu literature is full of exile and Expulsion expressions. Modern Urdu Nazm is a powerful and progressive kind of literature so the feeling of Expulsion has expressions with its maximum depths.

KEYWORDS: Exile, Expulsion, Urdu Literature, affiliation, immigration, temporary Urdu Nazm.

لفظ '' وطن'' سے وطنیت، وطن پرستی، بے وطنی اور جلا وطنی کی اصطلاحات وضع ہوئی ہیں۔ جلا وطنی کے لئے انگریزی میں Exile کا لفظ مستعمل ہے۔ جلاوطنی کو سمجھنے کے لیے وطن کی تفہیم ضروری ہے۔ وطن کی وضاحت اور جلاوطنی کی تفہیم کے ضمن میں ممتاز نقاد اور دانش ور ڈاکٹر انوار احمد رقم طراز ہیں:

> ''وطن زمین اور زمانے کو کہتے ہیں۔ تاریخ، جغرافیہ، مشیت اور ثقافت سبھی اس زمین اور زمانے سے عبارت ہیں اور جب تاریخ کا پہیہ الٹا گھمانے کی کوشش کی جائے یا تاریخ کی غلط تعبیر کی جائے، جب ثقافت کو مسخ کیا جائے، جب جغرافیہ کو گروی رکھا جائے اور جب احساس شرکت سے محرومی پر سیاست کا ڈھانچہ کھڑا کیا جائے تو جلا وطنی کی کئی سطحیں ہیں، جغرافیائی، تاریخی، سیاسی اور ثقافتی، غلام بھی جلا وطن ہوتا ہے اور اپنی زمین اور زمانے سے بچھڑا ہوتا ہے، اُسے بھی جلا وطن کہیں گے جو سیاسی و معاشی نظام اور فیصلوں میں شرکت کے احساس سے محروم ہو، یعنی ایک جِلا وطن تو وہ ہوا جسے دیس سے نکالا گیا ہے اور ایک وہ جو وطن میں رہ کر بے وطن اور گھر میں رہ کر بے گھر ہو جائے مگر یہ طے ہے کہ ہر صورت جذباتی ور فکری آشوب کا منبع ہے۔'' (۱)

کسی شخص کو مختلف وجوہات کی بناپر اس کے آبائی وطن سے نکالنا''جلاوطنی '' کہلاتا ہے اور وہ شخص جو اپنے مقام سے کٹ جائے یا جسے ملک بدر کیا جائے'' جلاوطن کہلاتا ہے۔

جلاوطنی: معانی، مفاہیم اور مباحث:

مختلف مستند اردو لغات کی رو سے ''جلاوطنی '' کے معانی مندرجہ ذیل ہیں:

- فرہنگ عامرہ کے مطابق:

  بے وطنی، دیس نکالا، شہر بدری

- قاموس مترادفات کی رو سے:

  ہجرت، دیس نکالا، اخراج از وطن، بے وطنی

- فرہنگ آصفیہ میں جلاوطنی '' کے معنی:

  بِن باس، ہجرت، دیس نکالا، مہاجرت، وطن سے دُور

یہ بات طے ہے کہ لوگ مختلف مقاصد اور ضروریات کے تحت ازل سے نقل مکانی یا ترک سکونت کرتے آئے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ سیاسی وجوہات کی بناپر بھی جلا وطنی عمل میں آتی رہی ہے۔ وطن کو چھوڑنے اور جلا وطنی میں فرق یہی

ہے کہ ایک اختیاری ہے اور دوسری غیر اختیاری۔ان دونوں صورتوں میں اہم احساس جلا وطنی ہے۔جلا وطنی کی وضاحت کرتے ہوئے عذرا پروین لکھتی ہیں:

> ''جلاوطنی ترک وطن کی وہ صورت ہے جو کسی فرد، قبیلہ یا بڑے گروہ انسانی کو داخلی یا خارجی سطح پر جبر کے ایسے احساس میں میں مبتلا کر دے کہ ان کے لیے اپنی جنم بھومی پر رہنا مشکل یا کسی حد تک نا ممکن دکھائی دینے لگے۔جلا وطن ہونے والے افراد بسا اوقات ریاست کے قوانین اور سماج یا مذہبی ضابطہ حیات پر مجبور کیے جاتے ہیں''(۲)

ہر ذی روح کو اپنے وطن سے محبت ہوتی ہے کیونکہ انسانی فطرت میں وطن سے محبت خود قدرت نے رکھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ انسان کو اپنے وطن سے دُور ہو تو اسے اپنے خطے کی تہذیب، ثقافت، دوست، عزیز اور رفقاء کی یاد بے چین رکھتی ہے۔اسلامی تعلیمات میں بھی وطن سے محبت کا حوالہ موجود ہے۔بقول ڈاکٹر ناہید قمر:

> ''جلاوطنی سیاسی وجوہات کی بناپر عمل میں آئے یا اپنے ماحول سے ناآسودگی کی بناپر جنم لینے والی ایک ذہنی کیفیت یا پھر خود اختیار کردہ جلاوطنی ہو، ایک ایسا عمیق تجربہ ہے جو انسان ذہن اور روح کی سطح پر کرتا ہے''(۳)

جلاوطنی کیا ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسان کس قدر کرب و اذیت کا شکار ہوتا ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو اس تجربے کی بھٹی سے گزرتا ہے۔اپنے علاقے، ملک اور وطن کو کئی وجوہات کی بناپر خیر باد کہا جاتا ہے ان وجوہات کو جاننے کے لیے جلا وطنی کی اقسام کو جاننا ضروری ہے۔جبری جلاوطنی(Exile) یا غیر اختیاری ہجرت(Forced and Impelled Migration) کے اسباب سیاسی اور غیر سیاسی دونوں قسم کے ہو سکتے ہیں۔سیاسی انتشار اور لا قانونیت، نسلی امتیاز، علاقائی عصبیت، مذہبی جنون اور لسانی تعصب کے شکار افراد مجبور ہو کر اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔دنیا میں ایسی ترکِ وطن کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔بیشتر قوموں کو ان حالات کا سامنا کرنا پڑا بلکہ چند ممالک کا وجود ہی تارکین وطن کی بدولت عمل میں آیا۔اس کی مثال مسلم فتوحات ہیں جن کے لیے عربوں نے ایشیا، افریقہ اور یورپ کا سفر ۱۶۳۲ ھ سے ۷۳۲ ھ کے درمیان کیا۔اس کے علاوہ ۱۳ عیسوی میں منگولوں کی فتوحات ہیں جو اُنھوں نے ترکوں کے ساتھ مل کر چنگیز خاں کی قیادت میں کیں۔

اکیسویں صدی میں پہنچنے تک جلا وطنی ایک ایسے ہمہ گیر تجربے کی صورت اختیار کر گئی ہے کہ اس نے جہان معانی کو اپنے اندر سمولیا ہے جس کی مختلف نوعیتیں اُبھر کر ہمارے سامنے آئی ہیں۔اب تک نظم و نثر میں جلاوطنی کی مندرجہ ذیل نوعیتیں سامنے آچکی ہیں:

(۱) جبری جسمانی جلاوطنی

(۲) ذہنی جلاوطنی

(۳) خود عائد کردہ جلاوطنی

(۴) اپنے وطن میں بے وطنیت کا احساس

(۵) داخلی جلاوطنی

(۶) خارجی جلاوطنی

(۷) تہذیبی و تاریخی جلاوطنی

جلاوطنی کسی بھی قسم کی ہو، انسان تخیل میں اپنے گھر کی طرف مراجعت کرتا ہے، یادیں اس کے در دل پر مسلسل دستک دیتی ہیں وہ آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے کی طرف حسرت سے دیکھتا ہے اور خود کو مظلوم و مقہور سمجھتا ہے۔ ہر جلاوطنی میں بنیادی چیز Displacement یا بے گھر ہونے کی کیفیت ہے لیکن ایک تیسری صورت گھر میں بے گھری'' کی ہے۔ آدمی اپنے وطن میں رہنے کے باوجود اپنے وطن، اپنی ثقافت، اپنے تمدن سے کٹ جاتا ہے۔

> ''جلاوطنی کی چوتھی صورت وہ ہے ہے ایڈورڈ سعید جلاوطنی کی استعاراتی صورت کہتے ہیں۔''(۴)

خود کو مسلسل بے گھر بے خاناں محسوس کرنا اور اس کے نتیجے میں بے چین و مضطرب رہنا جلاوطنی کی استعاراتی صورت ہے۔ اس حالت کا محرک حقیقی بے دخلی بھی ہو سکتی ہے اور فکر و اظہار پر پابندی بھی ہو سکتی ہے۔

حقیقی جلاوطنی میں آدمی کسی دوسری زمین پر مہاجرت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور خود کو سزایافتہ تصور کرتا ہے لیکن استعاراتی جلاوطنی میں فرد ذات کا قیدی ہوتا ہے۔ شخصی تنہائی اس کا مقدر ہوتی ہے جبریت اور بے دخلی کی ایک کرب ناک صورت حال کا اُسے ہر لمحہ سامنا ہوتا ہے۔ مسلسل مزاحمت اور لا متناہی اضطراب اُسے بے کل رکھتا ہے۔ حقیقی جلاوطن شخص اپنے وطن کی یاد سے آسودگی حاصل کر کے اپنی سزا میں کچھ تخفیف کر لیتا ہے لیکن استعاراتی جلاوطن میں فرد لا متناہی اضطراب کی زد پر رہتا ہے۔ اسے مسلسل عدم موافقت کی حالت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کے پاس ماضی کا کوئی مثالی، رومانوی تصور نہیں ہوتا جس میں وہ پناہ لے سکے اس لیے اس کی اذیت میں حقیقتاً کمی نہیں ہوتی۔ انگریزوں کی برِ صغیر میں آمد کو اس تناظر میں دیکھا جائے تو علم ہوتا ہے کہ نو آبادیات کے اس دور میں استعاراتی جلاوطنی کے عناصر موجود ہیں۔ نو آبادیاتی سیاست نے ہندوستانیوں کو اپنے ہی گھر میں غلام اور اجنبی بنا کر رکھ دیا۔ ان کی ثقافت کو اور شناخت کو مسخ کیا۔ معاشی اور معاشرتی استحصال سے ان کے کردار کو تاریخی عمل میں محدود کر دیا۔

جب بھی کہیں ظلم ہوتا ہے انسان فطری طور پر اسے ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ انسانی عقل ظلم و استبداد کو قبیح فعل سمجھتی ہے۔ شریعت کی رُو سے بھی حکم ہے کہ ظلم و بُرائی کو ہاتھوں سے روکو، ممکن نہ ہو تو زبان سے برا کہو اور اگر یہ توفیق بھی نہ ہو تو کم از کم اسے دل میں برا ضرور سمجھیں، لہٰذا انسان کی کچھ مشترکہ اقدار ہیں۔ جب ان اقدار کے مخالف عمل نے میں جب ان اقدار کے مخالف عمل نظریہ یا سوچ وجود میں آ جائے یا پھر ذاتی مفادات کی خاطر اجتماعی مفادات بالائے طاق رکھ کر فردِ واحد کی من مانیاں اپنے عروج کو پہنچ جائیں تو مزاحمت وجود میں آتی ہے۔

دنیا میں بیشتر تحریکیں مزاحمت سے استوار ہوئی ہیں۔ پدر سری نظام، سرمایہ داریت اور جاگیر داری نظام کے خلاف جو صدائے احتجاج بلند ہوئی اُس کا سرچشمہ یہی مزاحمت ہی تھی۔ادب بھی ہمیشہ ان سماجی ناانصافیوں کے خلاف آواز بلند کرتا رہا ہے۔عارف حسین لکھتے ہیں:

> ''ظلم اور ظالمانہ نظام کے خلاف آواز بلند کرنے، مظلوموں میں بیداری کی لہر پیدا کرنے اور دنیا تک مظلوموں کی آواز پہنچانے اور جاگیر داریت کے مذموم عزائم کی قلعی کھولنے کے لیے مزاحمتی ادب کا سہارا لیا جاتا ہے''(۵)

نو آبادیاتی نظام میں پستے مجبور و مقہور اور تہذیب و ثقافت سے جلاوطنی کی صعوبت کو سہتے لوگوں کے احساسات و کیفیات کا برملا اظہار مزاحمتی ادب میں ادباء نے نہایت سلیقہ مندی سے کیا ہے۔مزاحمتی ادب سے مہجری ادب کے سوتے پھوٹتے ہیں ۔ مہجری ادب کے بارے میں ڈاکٹر اشفاق احمد کا بیان یقیناً قابل غور ہے:

> ''مہجری ادب ایک ایسا ادب ہے جس کی ایک سطر سے خوشبوئے وطن پھوٹتی ہے، وفا پرستی کے نغمے گونجتے ہیں، فدائیت اور جانثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جس کا ہر فنکار اپنے میدان تحصیل کا شہ سوار، جس کی ہر تحریر دل پذیر، جس کا ہر اُسلوب قاری کے لیے پسندیدہ اور مقبول ہے'' (۶)

جلاوطنی کی شاعری اور نثر مہجری ادب کی ایک قسم ہے۔اس طرح جلاوطنی اور اس کے مباحث ہمیشہ سے ادب کا حصہ رہے ہیں۔نو آبادیات کے نتیجے میں انسانی تشخص کے خاتمے سے جلاوطنیاں وجود میں آئیں بلکہ کئی واقعات میں تو اظہار رائے پر پابندی اور حقوق کی پامالی نے انسان کو اپنے ہی وطن میں جلاوطن رکھا۔ سفر، ہجرت اور جلاوطنی جسمانی اور ذہنی دونوں میں فرد پر اثر انداز ہوتی ہیں۔انسان پر ان صورتوں میں دُکھ، درد اور مایوسی کی فضا مسلط رہتی ہے۔ تخلیق کاروں نے فرد کے اس کرب کا مشاہدہ کیا، کچھ فن کار خود اس تجربے سے گزرے تو سفر، ہجرت اور جلاوطنی کے تجربات سے متعلق فن پارے ترتیب دیے۔ کبھی ضرورت کے تحت اور کبھی جنگ وجدل کی وجہ سے انسان نے سفر کیا جس کے نتیجے میں ماحول سے وابستگی نے اسے آسودگی سے نوازا تو کبھی رنج والم کا سامنا کرنا پڑا۔وقت گزرنے کے ساتھ یہ تجربات تخلیقی ادب کا حصہ بنے ۔گذشتہ زمانوں میں بیداری اور شعور کے آجانے پر جب بھی مزاحمت کی لہر اُٹھتی تو حکومتی ذرائع حرکت میں آجاتے۔ کئی ایسے اوچھے ہتھکنڈے اپنائے جاتے جن کا مقصود مزاحمتی رویوں کی بیخ کنی ہوتا تھا۔ حکمران طبقے کے جملہ اسالیب میں سے ایک اہم اُسلوب یہ تھا کہ وہ اپنے مخالفین کو جلاوطن یا ملک بدر کی دھمکی دے دیتے تھے تاکہ اُن کی شہنشاہیت کو دوام حاصل رہے اور آئندہ کوئی دوسرا شخص ایسی جرات نہ کر سکے۔

یونانی ادب کے قدیم فن پاروں سے اگر بات کا آغاز کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یونانی ادب میں ہومر ایک ایسا ادیب ہے جس کے فن پاروں میں روداد سفر کا المیہ انداز ملتا ہے۔ڈاکٹر ناہید قمر کا کہنا ہے:

''یونان کے قدیم ادب کی اہم ترین تخلیق ہومر کی ایلیڈ اور اوڈیسی تھیں۔
ایلیڈ میں بتایا گیا تھا کہ کس طرح یونانی قبائل نے ایشائے کو چک میں ٹرائے
شہر کا محاصرہ اور پھر اس پر قبضہ کیا اور اوڈیسی جو اوڈیسیس کی ٹرائے شہر سے
اپنی سرزمین اتھاکا کی طرف واپسی کی داستان ہے، یہ مسافرت جلا وطنی کی
ایک خاصی منفرد شکل ہے جس میں اوڈیسیس کو متلاد کھایا گیا ہے۔'' (۷)

ادب کی ترقی کے ساتھ ہجرت اور جلا وطنی کی کیفیات کا بیان برابر چلتا رہا۔ بے شک ان کے عہد، مقام اور اسالیب مختلف تھے لیکن ہجرت، سفر اور جلاوطنی کے فکر کے بیان میں اشتراکات ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ یونانی ادب کے بعد جلاوطنی پر مشتمل فن پاروں میں ''اینئیڈ'' اور ''مہابھارت'' کے نام سامنے آتے ہیں۔'' ورجل کی اینیڈ بھی مسافرت اور ترک وطن کے دُکھ سے مملو ہے۔ ہندو ادب کی طویل نظمیں ''مہابھارت'' اور ''رامائن'' میں جنگ و جدل کے ساتھ ساتھ رام اور سیتا کی چودہ سالہ مسافرت اور جلاوطنی کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔'' (۸)

''مہا بھارت'' اٹھارہ حصوں (کتب) پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصے میں بدھشٹر کے سلطنت کھو دینے پر ہستناپور میں راج کمار کا اجتماع اور پانڈوؤں کی جلاوطنی کا تذکرہ ہے جبکہ چوتھے حصے میں پانڈوؤں کی تیرہ سالہ جلاوطنی کے دوران مختلف مہمات کا تذکرہ ہے۔ ''رامائن'' سات حصوں پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی مسلسل جنگ اور مسافرت کو پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں ''ایودھیاکانڈ'' میں ایودھیا کے سین اور راجا دسرتھ کے ذریعے رام کی جلاوطنی کو پیش کیا گیا ہے اور ساتویں حصے ''اترکانڈ'' میں ایودھیا میں رام کی ''زندگی'' اور سیتا'' کا ''دیس نکالا'' دکھایا گیا ہے۔ (۹)

ہندو Myth میں رام اور سیتا کی کہانی طویل بن باس (ترک وطن) کا قصہ ہے۔ یہ مسلسل مسافرت، ذہنی خلش اور جلاوطنی کی کہانی ہے۔ ہندی ادب کے آغاز سے تاحال اس قصے سے اثر قبول کیا جاتا ہے۔ ہرمن ہیسے نے اپنے ناول Siddartha میں فرد کی بے چین اور مضطرب روح کی کیفیت کو پیش کیا ہے۔ اس ناول میں ہرمن نے گوتم بدھ کے جسمانی سفر سے ذہنی سفر کے معنی اخذ کیے ہیں اور ایسے فرد کی ابدی جلاوطنی کی صورت میں پیش کیا ہے جس میں ہر انسان موت تک کے سفر میں ہے۔

یورپ کے مقابلے میں ایشیا اور افریقہ کے ممالک کو جلاوطنی کا دُکھ زیادہ جھیلنا پڑا۔ اکثر جلاوطن ہونے والے انھی ممالک کے لوگ تھے۔ وطن نعمت ہے اور نعمت چھن جائے تو اس کا احساس فزوں تر ہو جاتا ہے۔ وطن کے '' جنت'' ہونے کا ادراک جلاوطنی میں ہوتا ہے لہٰذا جلاوطنی ایک ایسا تناظر ثابت ہوتی ہے جو وطن کا ایک نیا معنی روشن کرتی ہے۔ جلاوطن ادیب ایک طرف اپنے تخیّل کے زور سے وطن کی بازیافت کرتا ہے تو دوسری جانب وطن کا بہترین تصور بھی پیش کرتا ہے، ایک ایسا وطن جہاں عدل کا بول بالا ہوتا ہے، سب کے ساتھ یکساں برتاؤ ہوتا ہے، جہاں جبر و تشدد نہیں امن و آشتی کی فضا ہوتی ہے، جہاں سوچوں پر پہرے نہیں ہوتے، جہاں عزت محفوظ ہوتی ہے۔ جلاوطن ادیب وطن کی یاد میں اسے گم گشتہ جنت سمجھ کر گریہ وزاری نہیں کرتا بلکہ وہ وطن سے دور (جسمانی لحاظ سے) ہوتے ہوئے بھی وطن کی تشکیل و تعمیر کے

لیے افکار پیش کرتا ہے۔ عصری و سماجی شعور کی بدولت وہ اپنے تجربے اور فلسفیانہ نقطہ نگاہ کی بدولت ہزاروں میل دور ہوتے ہوئے بھی وطن کے لیے سود مند ہوتا ہے۔ جلاوطنی میں ناسٹلجیا کی بدولت اگر ایک طرف وطن کی مثبت بازیافت ہوتی ہے تو دوسری جانب ایک جنت نما وطن کے تصور کی تشکیل بھی ہوتی ہے۔ بقول عارف حسین جلاوطن ادیب کا تخیل صرف ماضی کے مانوس خطے میں ہی نہیں پہنچتا، بلکہ ایک مثالی خطے کا منفرد تصور بھی تخلیق کرتا ہے“[۱۰]

نو آبادیاتی ممالک کی تذکرے میں عرب کے کئی ممالک بھی آتے ہیں جہاں سے بہت سے شعراء نے مخصوص حالات کے پیش نظر اپنے وطن سے ہجرت کر کے دیارِ غیر میں زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔ ایک رجحان کی صورت میں ان شعراء نے دوسرے خطوں میں جا کر اپنے وطن کی یادوں پر مشتمل شاعری کی۔ لبنان میں خانہ جنگی کے باعث خلیل جبران اور ان کے ساتھ بہت سے عرب شعراء امریکہ اور دوسرے کئی یورپی ممالک میں بس گئے۔ اس تجربے نے ان جلاوطنی ہونے والے لوگوں میں ادیب اور شعراء بھی شامل تھے جنھوں نے جلاوطنی کے دکھ کو سہا اور اپنی تخلیقات میں پیش کیا۔ یورپی نوآبادیاتی نظام ۱۹ویں اور ۲۰ویں صدی میں لوگوں کو اپنے ہی گھروں میں بے وطن، بے گھر اور جلاوطن بنا دیا۔ ” الجزائر“ جو یورپ کی نوآبادی (Colony) ہے جس میں لوگ خود اپنے گھر میں رہتے ہوئے جلاوطن ہو گئے اور یورپی جارحیت کو برداشت کرتے رہے۔

انڈونیشیا کے ناول نگار پرمودیہ انند طور نے اپنے ناولوں میں یورپی نوآبادیاتی نظام اور اس کی جارحیت کو موضوع بنایا ہے۔ اس کی ایک مثال اُس کا ناول ”دھرتی کے دُکھ“ ہے جس میں نوآبادیاتی نظام کے تحت روا رکھے جانے والے مظالم کا ذکر ہے۔ اس نظام نے انڈونیشیا کی عوام کو کس طرح متاثر کیا۔ اس کا اظہار مریم ڈی لار کروس (یورپی کردار) کے اس خط کے اقتباس سے ہوتا ہے جو اُس نے ناول کے مرکزی کردار منگی (جوانڈوتھا) کو لکھا تھا:

> ”یورپی جارحیت کو ختم کرنے کی جنگ میں اس قوم نے ہزاروں لاکھوں جی دار سپوت کیسے پیدا کر لیے۔ کوئی شکست کھا جاتا ہے، مارا جاتا ہے، ہتھیار ڈال دیتا ہے، پاگل ہو جاتا ہے، رسوائی کی موت کو گلے لگا لیتا ہے یا جلاوطنی میں گمنامی کو مقدر جان لیتا ہے۔ کوئی شخص کسی بھی فتح نہیں حاصل کر سکا، کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہمیں سن کر دکھ ہوتا ہے کہ تمھارے حکمران اتنے عاقبت نااندیش تھے، انھوں نے کمپنی کو رعایتیں دیتے ہوئے اپنے لوگوں کے مفاد کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا۔ یہ ان کی عادی اور روحانی زوال کی علامت تھا“[۱۱]

اُردو ادب کی بات کی جائے تو نثری ادب میں کالی داس کی ”شکنتلا“ کا سارا حسن بے وطنی و مسافرت میں پوشیدہ ہے۔ ”رانی کیتکی کی کہانی“ اور ”آرائش محفل“ میں بھی مسلسل مسافرت اور بے وطنیت کی عکاسی ملتی ہے۔ ”باغ و بہار“ اور ” فسانہ عجائب“ میں تہذیب اور ماحول کی عکاسی کے علاوہ مسافرت اور بے گھری کے مضامین بھی ملتے ہیں۔

رجب علی بیگ سرور نے ''فسانہ عجائب'' ان ایام میں لکھی جب اُنھیں لکھنو سے کان پور شہر بدر ہونا پڑا۔ چنانچہ اس داستان میں اُنھوں نے خاص طور پر لکھنوی تہذیب کو ملحوظ خاطر رکھا یوں فرد کے ہاں اپنے ماحول سے جو جذباتی وابستگی ہوتی ہے اس سے جدا ہونے پر جو ذہنی جلاوطنی کا احساس ابھرتا ہے وہ احساس اس داستان میں ملتا ہے۔ 1947ء کی تقسیم کے بعد آنے والے ادب میں جلاوطنی کا احساس زیادہ نمایاں ہو کر آیا ہے۔ "قرۃ العین حیدر "کا ناول "آگ کا دریا"تاریخ کے عمل میں فرد کی مسلسل جلاوطنی کی داستان ہے۔ اس ناول کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ نئے حالات، نیا معاشرہ، نئے ملک میں اجنبیت بیگانگی، فرقت اور خود فراموشی سے واسطہ انسان کو ازلی وابدی طور پر جلاوطن کر دیتا ہے۔

انتظار حسین کے ہاں ''آگے سمندر ہے'' کا بنیادی Theme بھی جلاوطنی کا احساس ہے۔ اس ناول میں دو طرح کے کردار ہیں۔ ایک وہ جو پاکستان آکر بھی دن رات ماضی میں بسر کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو اپنی زمینوں کی طرف واپس گئے مگر دوبارہ ہجرت بھی ان کی جلاوطنی کو ختم کر سکی ماضی کی یاد، ترک وطن، اور بے گھر اس ناول کے اہم عناصر ہیں۔ عبد اللہ حسین کا ناول ''اداس نسلیں ''اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ غلامی کے پر آشوب عہد نے ستم زدہ اعصابی طور پر مضمحل اور یاس و حسرت سے بھری ہوئی جو نسل پیدا کی اس کی مؤثر صورت گری عبداللہ حسین کے اس ناول میں نظر آتی ہے۔ خدیجہ مستور کا ناول ''آنگن'' تقسیم سے قبل اور مابعد انتشار اور بحرانی کیفیات کا آئینہ ہے۔ سعادت حسن منٹو، امراو طارق، قدرت اللہ شہاب، آصف فرخی، مسعود مفتی، شہزاد منظر، مسعود اشعر، محمود واجد، اختر جمال، نورالہدیٰ، راجندر سنگھ بیدی، شوکت صدیقی، عصمت چغتائی، جوگندر پال، فرخندہ لودھی، محمد اشرف سید کے افسانوں میں بھی ہجرت، جلاوطنی، فسادات اور مسافرت کا موضوع مختلف نوعیتوں میں بکھرا ہوا ملتا ہے۔

شکست خوردہ اور جبر گزیدہ لوگوں نے صرف نثر نہیں بلکہ نظم میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انگریزوں اور ان کے مسلط کردہ نظام کے خلاف اکبرالہ آبادی کی شاعری میں مزاحمت کا رنگ واضح نظر آتا ہے۔ آگے جا کر اقبال توانا آواز بن کر ابھرے تو دوسری جانب ترقی پسند تحریک نے کلاسیکی الفاظ میں سیاسی روح پھونک کر اس منفرد لہجے کو مزید رعنائی اور توانائی بخشی۔ انگریزوں کی آمد کے بعد اردو شاعری کی کو نئی جہتیں اور افق ملے۔ جن کی بدولت اردو ادب کو مزید وسعت ملی۔ انگریزوں سے آزادی کے حصول میں جہاں مقامی اخبارات پیش پیش رہے وہاں شعراء بھی پیچھے نہیں رہے۔ کبھی طنزیہ تو کبھی سنجیدہ اور کبھی مزاحیہ لیکن برملا انداز میں انگریزوں کے خلاف شاعری کی ۔

اردو کے مزاحمتی شعراء میں جہاں بہت سے نام آتے ہیں وہاں علامہ اقبال اور فیض احمد فیض کے نام نمایاں ہیں۔ شاعری کا مقصد صرف تلاش حسن ہی نہیں بلکہ شاعر اپنے معاشرے اور لوگوں کی بہتری کے لیے سوچتا ہے۔ شاعر شدت کے ساتھ ہر اس چیز کی مزاحمت ، دفاع اور مقابلہ کرتا ہے جو اجتماعی مفاد کے خلاف ہو۔ اظہار رائے پر پابندی، مطلق العنانیت، عدم جمہوریت اور طبقاتی استحصال کی موجودگی میں شاعر آگے بڑھتا ہے اور معاشرے سے ان ناسوروں کو پاک کر کے عادلانہ اور منصفانہ معاشرے کی تشکیل نو کے لیے اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ اردو شاعری میں میر، مصحفی سے لے کر بہادر

شاہ ظفر، فیض، جالب اختر الایمان، ن م راشد، فراز، ناصر کاظمی سے فہمیدہ ریاض تک کی شاعری میں مزاحمتی جھلک، انقلاب کی لیک، ناسٹلجیا اور مستقبل کی فکر دیکھی جاسکتی ہے۔

جدید نظم نے مہاجرت، ترک وطنیت، جلاوطنی، وطن پرستی اور بے دخلی کے مضامین کو اپنے اندر سمویا اور فرد کے اظہار کو زبان دی۔ سچ تو یہ ہے کہ لمحہ موجود کی جدید شاعری علامتی طور پر زبان کے حوالے سے جلاوطنی کی شاعری ہے۔ جدید نظم ماضی سے ایک پر کٹ جانے اور ایک غیر متوقع حال اور غیر یقینی مستقبل کے روبرو ہونے کے تجربے کو لکھتی ہے۔ بقول ناصر عباس نیّر :

”کوئی جدید شاعر ایسا نہیں، جسے سماجی طور پر اجنبیت و تنہائی، سیاسی سطح پر جلا وطنی، وجودی سطح پر بیگانگی، جذباتی سطح پر لگاؤ، لاشعوری سطح پر لخت لخت ہونے اور کائناتی سطح پر لاتعلق ہونے کا تجربہ نہ ہوا ہو“ (۱۲)

مختصر یہ کہ جلاوطنی کا تجربہ کرنے والے شعراء، ادباء نے نہ تو اپنے نظریات کو قربان کیا اور نہ اپنے ذاتی کردار کو کس طرح ناپسندیدہ سرگرمیوں میں ملوث ہونے دیا۔ جلاوطنی ان کے ہاں ایک لاشعوری احساس کے طور، ان کے تخیل کا مستقل حصہ بنی ہے۔ شعر و سخن میں اظہار جلاوطنی کے اسباب بھی ہیں۔ ناصر عباس نیز اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

”جدید جلا وطن شاعر گھر واپس کا تخیّلی سفر کرتا ہے۔ اس سفر کے دوران وہ چھوڑی ہوئی دنیا کی شبیہ اور اس کی بازآفرینی سے ایک ایسا متن تخلیق کرتا ہے جو اسے درپیش دنیا اجنبیت کو گوارا بنانے کے قابل بناتا ہے“ (۱۳)

زمانہ جدید میں ” آرٹ“ کا مطلب ہی اپنے اس اصل کی طرف مراجعت ہے یہ اصل کہیں وطن کہیں گھر، کہیں ثقافت، کہیں گم شدہ شناخت، کہیں فطرت، کہیں زبان اور کہیں قدیمی خواب ہیں۔

ثروت حسین کی نظم کے مطابق:

نظم کا بھی ایک گھر ہوگا
کسی جلاوطن کا دل یا انتظار کرتی ہوئی آنکھیں

گویا نظم کا اگر کوئی گھر ہو سکتا ہے تو وہ جلاوطن کا دل ہے کیونکہ نظم بھی ایک صنف شاعری کے طور پر اسی مہاجرت، بے دخلی اور معزولی کی حالت سے دوچار ہوئی ہے جس میں جلاوطن کا دل گرفتار ہوتا ہے۔ دونوں کا دکھ اور تجربہ ملتا جلتا ہے۔ جدید نظم مقبول شاعری کی دنیا اور سماج سے اس طرح بے دخل ہے، جس طرح کوئی شخص اپنے وطن میں جلا وطن ہوتا ہے۔ دونوں اپنوں کے ہوتے ہوئے اجنبی اور درماندہ ہیں۔

مندرجہ بالا طویل بحث و تجزیے کے بعد جلاوطنی کا ایک رخ ابھی باقی ہے اور وہ ہے اردو زبان کی جلاوطنی۔ موجودہ بھارت کا وسیع لسانی منتظر نامہ دیکھا جائے تو علم ہوتا ہے کہ اُردو وہاں ایک اقلیتی زبان کے طور پر بولی جاتی ہے۔

حالانکہ ہندوستان "اردو کا گھر'' ہے۔اُردو کو ہندوستان میں اکثریتی جبر کا سامنا ہے۔آج اُردو اپنے ہی گھر میں اجنبی بن گئی ہے۔''حقیقت یہ ہے کہ بھارت میں اُردو کی صورت حال کو اگر کوئی نام دیا جا سکتا ہے تو وہ یہی جلاوطنی ہے'' (۱۴)

بے شک بھارت میں اُردو کے ممتاز ادیب، محقق اور دانش ور موجود ہیں لیکن سرکاری تعلیمی اداروں اور خط و کتابت سے اُردو خارج ہے۔امر واقعہ یہ ہے کہ بیسویں صدی جلاوطنی کی صدی ہے۔نظام جبر نے ادبا و شعراء کو لکھنے کے لیے مواد فراہم کیا اور فن کی آبیاری کی۔ نقل مکانی کے ضمن میں خلیل جبران اور ان کے ساتھ شعرا ''شعراالمہجر'' کہلائے۔جلاوطنی کے دُکھ نے ہومر سے اوڈیسی، چنوا اچیبے اور ایڈورڈ سعید سے خطبات، ناظم حکمت اور محمود درویش سے ہجر کی نظمیں، فیض سے انقلابی شاعری، ناصر سے ناسٹلجیا کی حامل شاعری اور پر مودیہ آنند طور سے طور سے'' دھرتی کے دُکھ''ناول لکھوایا۔

بیسویں صدی میں جلاوطنی ایک ایسے ہمہ گیر تجربے کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کہ جلاوطنی نے جہان معانی کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ہمارے معاشرے میں مسائل کی پیچیدگی کے سبب ماحول سے اجنبیت، بیگانگی اور ناسٹلجیا پیش در پیش چلا آ رہا ہے۔نظام جبر، جمہوری قدروں کی پامالی، غربت، بے روزگاری اور سیاسی الجھنوں کے سبب لوگ ہجرت کرتے ہیں اور ان کے اندر احساس جلاوطنی جنم لیتا ہے۔ملک کے اندر لوگ وطن میں بے وطنی کے تجربے سے دوچار ہوتے ہیں، کچھ صورتوں میں فرد کو رضاکارانہ جلاوطنی اور وطن سے بے دخلی جیسے سانحوں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ذہنی انتشار انسان کو باطنی اور خارجی سطحوں پر جلاوطن بنا دیتا ہے۔سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ملکی حالات کے پیش نظر اس وقت ہمارے ہاں ایک جلاوطن نسل پروان چڑھ رہی ہے اور جِلاوطنی کا یہ احساس نسل دَر نسل منتقل ہو رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انوار احمد، ڈاکٹر، فیض کی تخلیقی شخصیت، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص: ۱۹۳

۲۔ عذرا پروین، ڈاکٹر، اردو افسانے میں جلاوطنی کے تجربے کا اظہار، مشمولہ: الماس، جرنل 16، ص: ۱۹۳

۳۔ ناہید قمر، ڈاکٹر، تحقیقی زاویے، بھمبھر: الخیر یونیورسٹی، جنوری ۲۰۱۴ء، ص: ۱۷۹

۴۔ روبینہ الماس، اُردو افسانے میں جلاوطنی کا اظہار، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان ۲۰۱۲ء، ص: ۲۰

۵۔ عارف حسین، ''فیض احمد فیض اور محمود درویش کی شاعری میں مزاحمت، جلاوطنی اور بیگانگت کے افکار کا تقابلی جائزہ'' اسلام آباد: NUML ۲۰۱۹ء، ص: ۱۳

۶۔ اشفاق احمد، ڈاکٹر، ''فیض احمد فیض اور محمود درویش کی شاعری میں مزاحمت، جلاوطنی اور بیگانگت کے افکار کا تقابلی جائزہ''، ص: ۲۱

۷۔ ناہید قمر، ڈاکٹر، ''تحقیقی زاویے''، ص: ۱۷۹

۸۔ ایضاً

۹۔ آرزو چودھری، ڈاکٹر، عالمی داستان، ص: ۴۵

۱۰۔ عارف حسین، ''فیض احمد فیض اور محمود درویش کی شاعری میں مزاحمت، جلاوطنی اور بیگانگت کے افکار کا تقابلی جائزہ''، ص: ۲۵

۱۱۔ پر مودیہ آنند طور، دھرتی کے دُکھ، ترجمہ: تنویر اقبال، لاہور: مشعل، ۱۹۹۹ء، ص: ۲۰۸

۱۲۔ ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، نظم کیسے پڑھیں، لاہور: سنگِ میل پبلشرز، ۲۰۱۸ء، ص: ۱۸۹

۱۳۔ ایضاً، ص: ۲۱۱

۱۴۔ ناصر عباس نیّر، ڈاکٹر، عالمگیریت اور اُردو، لاہور: سنگِ میل پبلشرز ۲۰۱۵ء، ص: ۲۸